تعلیم کا استعماری ایجنڈا اور آغا خان بورڈ

سلیم منصور خالد°

جب گھر کے چوکیدار اپنی طاقت کے زور پر گھر کے مالک بن کر من مانے فیصلے کرنے لگیں تو اس گھر کے مکینوں کو سوچنا پڑتا ہے کہ وہ کس پُرامن طریقے سے اپنے ان ملازموں سے گھر کو واگزار کرائیں۔ یہ معاملہ ایک گھر کا ہو تو تکلیف دہ اور اگر ایک قوم کے ساتھ ہو تو المناک ہوا کرتا ہے۔

پاکستان میں ملازمین ریاست نے (چاہے وہ باوردی ہوں یا بے وردی) اسی قوم کو اپنے جبروزیادتی کا نشانہ بنایا ہے، جس قوم نے سخت قربانیوں کے ساتھ ان کے کروفر کا بندوبست کیا اور اختیار کی امانت ان کے سپرد کی۔ یہ ملازمین بنیادی طور پر عوام کے مسائل و معاملات سے لاتعلق نہیں تو بے بہرہ ہونے کی ایک تاریخ رکھتے ہیں اور اس کی وجہ اُن کی تربیت کا استعماری پس منظر ہے۔ بہرحال ایسے لوگ جب اقتدار کے سرچشموں کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا شروع کرتے ہیں تو کبھی اس کا قبلہ درست کرنے پر تل جاتے ہیں اور کبھی اس کی تاریخ ٹھیک کرنے کی فکر میں غلطاں ہوتے ہیں۔ ایسے میں کچھ خودساختہ حکمران، فکری بونوں اور سیاسی بالشتیوں میں کھڑے ہو کر جب اپنے عقل کل ہونے کا اعلان کرتے ہیں تو کسی دل جلے کے ہونٹوں سے آہ پھوٹ پڑتی ہے۔ ایسے میں یہ عقلِ کل صاحبان ''کچل دینے'' کی دھمکی سے کم پر نہیں رکتے۔ ایسے ہی عقلِ کل حکمرانوں نے پاکستان کے سیاسی مستقبل کو خدشات و خطرات شکار کرنے کے

° مصنف دینی مدارس میں تعلیم

ساتھ ساتھ تعلیمی مستقبل کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ قومی نظام تعلیم کے ساتھ جس کھیل تماشے کا انھوں نے آغاز کیا ہے، اس پر ہر محبِّ وطن شدید صدمے کی کیفیت سے دوچار ہے، تاہم قوم کو صدمے کی کیفیت سے نکل کر اس مسئلے کا حل تلاش کرنا ہے۔

جنرل یحییٰ خان کے زمانے سے اسماعیلی فرقے کے سربراہ کو پاکستان میں سرخ قالین پر استقبال کرانے والے شہنشاہ معظم کا رتبہ حاصل ہے، حالانکہ ان کے پاس کوئی ریاست اور کوئی حکومت نہیں۔ عجیب و غریب عقائد و نظریات کے حامل اس عالمی استعماری گروہ نے فی الواقع پاکستان میں ریاست در ریاست قائم کرنے کے لیے شمالی علاقہ جات کو اپنا مرکز بنایا۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ اپنے عقائد کے اعتبار سے اسماعیلی شیعہ بھی نہیں کہ مسلمانوں میں شمار کیے جائیں بلکہ ان کے عقائد قادیانیوں سے قریب تر ہیں۔ اہلِ تشیع ان کے بارے میں اسی رائے کو درست سمجھتے ہیں جو جمہور مسلمان قادیانیوں کے بارے میں رکھتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ انھی اسماعیلیوں کو اکثر ہمارے حکمران سب سے اچھا پڑھا لکھا، اور روشن خیال مسلمان قرار دیتے ہیں۔

۱۹۸۳ء میں جنرل ضیا الحق مرحوم نے آغا خان فاؤنڈیشن کو کراچی میں ایک میڈیکل یونی ورسٹی کھولنے کی اجازت عطا کی۔ اس تعلیمی ادارے نے بے پناہ فنڈز رکھنے کے باوجود نہایت مہنگے داموں میڈیکل تعلیم کا چراغ روشن کیا۔ یہاں پر یہ مسئلہ زیر بحث نہیں کہ کس طبقے کے کتنے بچوں نے یہاں سے تعلیم حاصل کی اور پھر ان میں سے کتنے فی صد پاکستان میں خدمت انجام دینے کے لیے رکے رہے۔ اس موضوع پر حقائق سامنے لائے جائیں تو خود بخود یہ حقیقت کھل جائے گی کہ یہ ادارہ اپنے حتمی نتائج کے اعتبار سے پاکستان کے بجائے دوسروں کی خدمت پر کمربستہ ہے۔ بلاشبہہ اس ادارے نے میڈیکل سائنس اور صحت کے میدان میں بڑے نمایاں نتائج دیے ہیں، مگر اس بات سے یہ نتیجہ کیسے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہ ادارہ پاکستان بھر کے ۱۵ کروڑ لوگوں کے بچوں کو بھی تعلیم دینے کی اہلیت اور قابلیت رکھتا ہے۔

اکتوبر ۲۰۰۲ء میں عام انتخابات ہوئے۔ قوم نے اپنے نمایندے چن لیے، لیکن جنرل پرویز مشرف نے اپنی متنازعہ صدارت اور بوگس ریفرنڈم سے حاصل کردہ اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ۸ نومبر ۲۰۰۲ء کو اپنے دستخطوں سے ''غیر معمولی آرڈی ننس'' (CXIV/2002)

منظور کیا، جسے 'دی گزٹ آف پاکستان' کے صفحات ۱۷۳۱ تا ۱۷۳۵ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ یوں قوم کے مستقبل پر ایک اور کمانڈو ایکشن لیا گیا۔ افسوس کہ اہلِ سیاست اور اہلِ قانون اس آرڈی ننس کی نزاکت سے بے خبر رہے، اور اب یہ آرڈی ننس اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ قوم کی فکری، تاریخی، دینی اور معاشی مستقبل پر شب خون کا درجہ ہی نہیں رکھتا بلکہ دن دھاڑے ڈاکا زنی کرتا دکھائی دے رہا ہے۔ اسے تیار کرنے والوں کو بخوبی معلوم ہے کہ کسی معاشرے اور قوم کے وقار، عزت اور خودی کو مسخر کرنے اور اسے ہمہ پہلو غلامی کے شکنجے میں کسنے کا سب سے کامیاب گر تعلیم ہے۔

یہاں پر آغا خان یونی ورسٹی ایگزامی نیشن بورڈ (AKU-EB) کے اس آرڈی ننس کی چند شقیں پیش کی جا رہی ہیں، جنھیں دیکھنا، پرکھنا اور اس پر آواز بلند کرنا تمام اہل نظر کی دینی، قومی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔ آرڈی ننس کا آغاز ان الفاظ میں ہوتا ہے:

- ہر گاہ کہ: یہ ضروری اور مناسب اور قومی مفاد میں ہے کہ تعلیمی معیار کی بلندی کے لیے طالب علموں کی حوصلہ افزائی کی جائے، اور عوام کو مزید تعلیمی مواقع فراہم کیے جائیں۔
- مزید ہر گاہ کہ: آغا خان یونی ورسٹی، پاکستان کے اندر اور باہر تعلیم کی ترقی کو مشن کے طور پر اپنائے ہوئے ہے...... اور مشرقی افریقہ، افغانستان، شام اور وسطی ایشیا کی ترقی کے لیے کام کر رہی ہے...... مذکورہ یونی ورسٹی ضروری بصیرت، مہارت، تجربہ اور متعلقہ انتظامی صلاحیت رکھتی ہے۔
- ہر گاہ کہ: آغا خان یونی ورسٹی نے حکومتِ پاکستان کو عظیم تر قومی مفاد میں اعانت فراہم کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے، جسے سرکاری اور نجی سطح پر باہم شراکت فراہم کی جائے گی۔

لہٰذا صدر پاکستان ۱۴/اکتوبر ۱۹۹۹ء کے ہنگامی حالت کے نفاذ کے حکم اور عبوری دستور کے حکم نمبر ۹، ۱۹۹۹ء کے تحت حاصل کردہ اختیارات کے تحت درج ذیل آرڈی ننس جاری کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں:

آرٹیکل (۱) اس آرڈی ننس کو ''آغا خان یونی ورسٹی ایگزامی نیشن بورڈ ۲۰۰۲ء'' کہا جائے گا۔ (۲) یہ پورے پاکستان پر محیط ہوگا۔ (۳) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

۳- ایگزامی نیشن بورڈ کا قیام:

- [آغا خان] یونی ورسٹی، وقتاً طریق کار کے لحاظ سے اپنی کلی صوابدید پر آغا خان امتحانی بورڈ قائم کرے گی۔
- یہ امتحانی بورڈ مکمل طور پر خود مختار اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے قواعد وضع کرنے میں بھی کامل طور پر آزاد ہوگا۔
- یونی ورسٹی، اپنے کلّی اختیار (sole discretion) کے تحت امتحانی بورڈ کو پرائیویٹ امیدواروں، پاکستان اور پاکستان سے باہر کے غیر سرکاری اسکولوں اور ان کے طالب علموں کو امتحانات کی پیش کش قبول کرنے کی ہدایت کر سکتی ہے۔ جس کے لیے شرائط کا تعین [آغا خان] یونی ورسٹی کے وضع کردہ ضابطوں کے تحت کیا جائے گا۔
- وفاقی حکومت [پاکستان] کے زیر انتظام اسکولوں اور ان کے طالب علم، بہ شمول اسلام آباد کے وفاقی علاقے، وفاق کے زیر انتظام قبائلی (فاٹا) شمالی علاقہ جات (فاٹا) اور چھاؤنیوں کے علاقے، امتحانی بورڈ کے امتحانات کو طے شدہ شرائط پر اختیار کر سکتے ہیں۔
- امتحانی بورڈ، قومی نصاب کی روشنی میں کام کرے گا۔
- [آغا خان] یونی ورسٹی کے وضع کردہ طریق کار کے مطابق امتحانی بورڈ اپنے امتحانات کے حدود کار کو سرکاری اسکولوں تک وسعت دینے کا مجاز ہوگا، جس کے لیے وفاقی یا صوبائی حکومتوں سے اجازت درکار ہوگی۔

۴- امتحانی بورڈ کے مقاصد: [سات آٹھ مقاصد درج ہیں]

۵- امتحانات کی نگرانی:

- امتحانی بورڈ کا بورڈ آف ڈائرکٹرز ہوگا، جو بورڈ آف ٹرسٹیز کے ماتحت کام کرے گا۔ امتحانی بورڈ کے سربراہ کا تقرر یونی ورسٹی کے منتظم اعلیٰ آفیسر کی جانب سے کیا جائے گا۔
- انٹر بورڈ کمیٹی کے چیئرمینوں کا چیئرمین یا اس کا نامزد نمایندہ، بورڈ کا ممبر ہوگا۔

۶- امتحانی بورڈ کو معقول حد تک امتحانات کی فیسیں عائد کرنے کا اختیار ہوگا۔

۸- اس آرڈی ننس کے تحت نیک نیتی سے کیے گئے تمام کام کسی قسم کے عدالتی دعوؤں اور قانونی کارروائیوں سے محفوظ ہوں گے۔

جنرل پرویز مشرف (صدر)

اس آرڈی ننس کی مختلف شقوں کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسئلے کی نزاکت پوری طرح سامنے آجائے۔ مذکورہ بالا ضابطے کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے:

- جنرل مشرف نے یہ کام 'قومی مفاد' میں کیا ہے۔
- جنرل مشرف کے خیال میں آغا خان یونی ورسٹی' پاکستان کے اندر اور پاکستان سے باہر: بصیرت' مہارت' تجربے اور انتظامی صلاحیتوں کا قابلِ قدر اثاثہ رکھتی ہے۔ اب یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس پیمانے سے موصوف کو ان صلاحیتوں کی وسعت کا اندازہ ہوا۔ (اور کس خوف کے تحت پاکستانی یونی ورسٹیوں کے ان قابلِ قدر اساتذہ کی عظمت اہلِ اقتدار کو معلوم نہیں ہوسکی' جنھوں نے سائنس' ایٹم' زراعت اور طب کے شعبوں میں عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں)۔
- یہ کام آغا خان فاؤنڈیشن کے ساتھ سرکاری طور پر باہم اشتراک سے انجام دیے جائیں گے (یہ اعتراف ہے کہ تعلیم کے میدان میں خود پاکستان کی سرکار بالکل ناکام ہے)
- اس بورڈ کو پورے پاکستان بھر میں اپنے دائرے کو وسیع کرنے کا حق دیا گیا ہے جو کلی طور پر اپنی صوابدید پر کام کرے گا (یاد رہے کہ خود پاکستان کے وفاقی بورڈ کے علاوہ کوئی بھی امتحانی بورڈ' اپنے علاقے سے باہر کسی دوسرے ڈویژن کے تعلیمی اداروں کو وابستہ نہیں کر سکتا)۔ یعنی اس قانون کے تحت اسلامیان پاکستان کے پاس' آغا خان بورڈ سے سوال کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ وہ بورڈ کی انتظامی مشینری میں جسے چاہیں رکھیں۔ ایسا اہل کار' یہودی پس منظر کا حامل ہو یا بھارت کا صلاح کار' یہ طے کرنا آغا خاں گروپ کے اختیار میں ہے جو یہ طے کرے گا کہ پاکستان کے مستقبل کو کس رنگ میں رنگنا ہے اور کن شرائط پر کون سی تعلیم دینی ہے۔

- ایک طرف بورڈ کی خودمختاری اور آزادی کا یہ چارٹر ہے اور دوسری جانب پاکستان کے دینی مدارس کی خودمختاری سلب کرنے کے لیے مجنونانہ بے چینی۔
- یہ بورڈ اپنے ہی طے کردہ اصول وضوابط کے تحت پاکستان کے اندر اور پاکستان سے باہر کے تعلیمی اداروں کو اپنے ساتھ وابستہ کرنے کا کھلا اختیار رکھے گا۔
- آرٹیکل ۳ (شق ۴ کے تحت) جنرل مشرف نے اس بورڈ کو وفاقی قبائل' شمالی علاقہ جات کے ساتھ ساتھ چھاؤنی کے علاقوں تک اپنا دائرہ کار وسیع کرنے کا حق عطا فرمایا ہے۔
- کہا گیا ہے کہ امتحانی بورڈ ''قومی نصاب کی روشنی میں کام کرے گا''، لیکن اس کے پیش کردہ نصابی خاکے' جنھیں آغا خان یونی ورسٹی امتحانی بورڈ کے ڈائرکٹر' ڈاکٹر تھامس کرسٹی (Thomas Christie) نے شائع کیا ہے' واضح طور پر قومی نصاب تعلیم سے مختلف رخ پر رواں دواں دیکھے جا سکتے ہیں۔ تاریخ' سیاسیات' ادب اور علومِ اسلامیہ کے نصابی خاکے دیکھنے کے بعد ایسی تمام بے جا خوش فہمیاں دور ہو جاتی ہیں' جنھیں گوری اقوام یا ان اقوام کے ذہنی غلاموں کے ہاتھوں مشتہر کیا جاتا ہے۔ (اب اگر احتجاج کے نتیجے میں یہ لوگ کچھ تبدیلی کر بھی لیں تو اس امر کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ گرفت مضبوط بنانے کے بعد وہ کل کون کون سی من مانیاں نہ کریں گے۔ کیونکہ منظور کردہ آرڈی ننس انھیں کسی قسم کی جواب دہی سے بالاتر قرار دیتا ہے۔
- بذاتِ خود یہ آرڈی ننس متضاد بیانات کا مجموعہ ہے۔ ایک جگہ اسے نجی دائرے تک محدود بتایا گیا ہے اور دوسری جانب اسے سرکاری تعلیمی اداروں کو اپنے شکنجے میں کسنے کا اختیار بھی دے دیا گیا ہے۔ حالانکہ پاکستان کے تعلیمی قوانین کے مطابق کوئی سرکاری ادارہ' کسی نجی ادارے سے وابستہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہاں پر (حکومت کی بے معنی اجازت سے مشروط کرکے) سرکاری تعلیمی اداروں کو آغا خانی کوچہ گردی کا میدان بنا دیا گیا ہے۔
- فیسوں کا تعین کرنے کا حق بھی' آغا خان بورڈ کی ''نیک نیتی'' پر چھوڑ دیا گیا ہے اور نیک نیتی سے کیے گئے ان کے کسی بھی اقدام کو پاکستانی عدالتوں میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔ ریاست در ریاست قائم کرنے کا یہ حق اس اقلیتی گروہ کو دیا جا رہا ہے' جو مغربی استعمار کی نمایشی ٹیم پر مشتمل ہے اور جس کے یہودی فری میسن سے تعلقات کوئی راز کی بات نہیں۔ وہ گروہ جو

پاکستان کے سیاسی اقتدار میں رسوخ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ شمالی علاقہ جات کو اسٹرے ٹیجک کنٹرول میں لینا چاہتا ہے۔ ''سب سے پہلے پاکستان'' کے نام پر، سیاسی کنٹرول سے پہلے اس گروہ کو پاکستان کی نئی نسل پر کنٹرول کا حق دے دیا گیا ہے۔ یہ حق تو کسی این جی او کو صومالیہ، نیپال، ہیٹی تک کے درجے کے ملک نے نہیں دیا، لیکن دنیا کی پہلی مسلم ایٹمی قوت، پاکستان کا مستقبل طشتری میں رکھ کر ان لوگوں کے سپرد کر رہی ہے، جو اپنے مقاصد، اہداف، مذہبی اور سیاسی سوچ ہر اعتبار سے، خود اس پاکستانی قوم کے سامنے جواب دہ نہیں ہیں۔ آغا خاں امتحانی بورڈ اپنے مقاصد اور اہداف کے اعتبار سے دراصل ایک ایسا نظریاتی اور سیاسی حملہ ہے، جس کی شدت سے نہ اہلِ سیاست باخبر ہیں اور نہ اہلِ دانش اس طرف متوجہ ہیں۔

واقعات کو اگر ترتیب سے دیکھیں تو نظر آتا ہے کہ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں اقتدار پر قبضہ کرنے والے گروہ نے اخلاقی جواز نہ رکھنے کے باعث کئی قسم کے دباؤ قبول کیے اور کئی حوالوں سے، ہتھیار ڈالتے وقت خود دشمن کو بھی حیران کر کے شادیٔ مرگ میں مبتلا کر دیا۔ اسلام آباد کے باخبر سرکاری حلقے تسلیم کرتے ہیں کہ دسمبر ۱۹۹۹ء میں استعماری مفادات کی حامل این جی اوز نے بڑی تیزی کے ساتھ، مختلف وزارتوں اور پالیسی ساز اداروں میں اپنا عمل دخل بڑھا لیا۔ یوں رفتہ رفتہ پالیسی سازی اور پالیسی دستاویزات کی تیاری میں حیرت ناک حد تک اختیار حاصل کر لیا، بلکہ ۲۰۰۰ء کے اواخر تک اس حق کو ایک 'اعلیٰ قدر' کے طور پر تسلیم بھی کرا لیا۔ ڈیوولیوشن پلان یا 'اختیارات کی تقسیم پروگرام' کی ظاہری خوش نمائی کے باوجود اس کی داخلی بدنمائی نے قومی مرکزِ ثقل کو ہلا کر رکھ دیا۔

۲۰۰۱ء میں حکومت نے بڑی تیزی کے ساتھ ایجوکیشن سیکٹر ریفارم کے نام پر سال بہ سال چھوٹی چھوٹی تعلیمی پالیسیاں جاری کرنا شروع کیں۔ حالانکہ اس سے قبل تعلیم کے حوالے سے یہ طے شدہ امر تھا کہ پالیسی واضح طور پر مشتہر کی جائے کہ اہل حل وعقد، تعلیم کے میدان میں آیندہ کیا کرنے جارہے ہیں۔ لیکن فوجی حکمرانوں نے اتنے اہم اسٹرے ٹیجک شعبے کو بے سروپا

انداز میں چلانا شروع کیا۔ ۲۰۰۲ء میں آغا خان یونی ورسٹی کے فرنٹ مین مسٹر شمس قاسم لاکھا کی نگرانی میں پاکستان کے اعلیٰ تعلیمی اداروں اور یونی ورسٹیوں کے نظام کو ادھیڑ کر رکھ دیا۔ پھر اسی سال آغا خان امتحانی بورڈ کو رات کے اندھیرے میں پاکستان بھر کے تعلیمی مستقبل کا مستقل مالک بنا دیا گیا۔ بعدازاں امریکی ادارے، یونائیٹڈ اسٹیٹس ایجنسی فار انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ (USAID) نے آغا خان یونی ورسٹی سے ۱۳/اگست ۲۰۰۳ء کو کراچی میں ایک معاہدہ کیا، جس پر امریکی سفیرہ نینسی پاول اور آغا خان یونی ورسٹی کے نمایندے شمس قاسم لاکھا نے دستخط کیے۔ اس تقریب میں وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال صاحبہ (جنھیں امریکی حکومت ''ونڈرفل لیڈی'' کے طور پر یاد کرتی ہے) اور سندھ کے وزیر تعلیم عرفان اللہ مروت بطور سرکاری گواہ موجود تھے۔ ان دستخطوں سے حکومتِ امریکا نے آغا خان یونی ورسٹی کو اپنے امتحانی بورڈ کی تعمیر و ترقی کے لیے ۴۵۰ لاکھ ڈالر عطا کیے اور ''جب تک یہ بورڈ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو جاتا اسے امداد دی جاتی رہے گی'' کا مژدہ بھی سنایا گیا۔ ہدف یہ مقرر ہوا کہ پاکستان بھر کے اعلیٰ و ثانوی تعلیمی بورڈ، آغا خان بورڈ کے قبضۂ اختیار میں چلے جائیں۔

آغا خان امتحانی بورڈ نے آغاز کار میں صرف تین ہزار ۸ سو روپے رجسٹریشن فیس فی طالب علم مقرر کی ہے، جسے ہر طالب علم نومبر ۲۰۰۴ء تک ادا کرے گا۔ یاد رہے کہ سرکاری تعلیمی بورڈ میں یہ فیس ۳۰۰ روپے ہے۔ بعدازاں امتحان کے لیے فیس الگ سے لی جائے گی، اور وہ بھی چار ہزار ہوگی۔ کیا عام طالب علم اتنی فیس ادا کر سکے گا۔ موجودہ تعلیمی بورڈوں میں امتحانی فیس میٹرک کے لیے ۷۰۰ روپے اور انٹرمیڈیٹ کے لیے ۹۰۰ روپے ہے۔ تعلیم کو سستا کیے بغیر معاشرے میں تعلیم عام نہیں ہو سکتی۔ اس وقت بنگلہ دیش میں انٹرمیڈیٹ تک تعلیم مفت ہے، کتاب اور کاپی بھی مفت ہے، جب کہ انٹر تک طالبات کی بہت بڑی تعداد کو وظیفہ دیا جاتا ہے۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں تعلیم عام کا ہدف سرکاری سرپرستی اور اعانت کے بغیر ممکن نہیں ہوا، لیکن یہاں پر تعلیم کی زمامِ کار ساہوکاروں اور کثیر قومی کارپوریشنوں کے ہاتھ میں دے کر ''روشن پاکستان'' (رائزنگ اور توانا پاکستان) بنانے کا خواب دیکھا جا رہا ہے۔

چند ماہ پیش تر قومی ادارہ نصابات (نیشنل کریکولم ونگ) اور صوبائی درسی کتب بورڈوں

کے ہاتھوں جہالت پر مبنی جن غلطیوں پر قوم سراپا احتجاج بنی، واقعہ یہ ہے کہ اس احتجاج نے جہاں ان اداروں پر سے قوم کے اعتماد کو مجروح کیا ہے، وہیں حکومت اپنے منصوبے کے مطابق، خود نصاب اور ٹیکسٹ بک بورڈوں ہی کے وجود پر فاتحہ خوانی کے لیے تیار ہے۔ نصابی کتب کی ڈی ریگولیشن سے جنرل مشرف اور زبیدہ جلال کی یہ والہانہ وابستگی دراصل قومی نصابی عمل کو ختم کرنے کا واضح اعلان ہے۔ قوم نے اپنے نصابی اداروں کو ٹھیک کرنے کے لیے آواز بلند کی، جسے عملاً دبا دیا گیا اور محض چند سطروں کی اصلاح اور دو تین مضامین کو حذف کرنے کے سوا تمام کا تمام متنازعہ نصاب درس گاہوں میں آج بھی موجود ہے، اور قومی نمایندے اس سارے ظلم سے بے خبر، لاتعلق اور غیر متعلق ہیں۔ پارلیمنٹ میں اس موضوع پر ایک دو بار بات ہوئی اور حکومتی نمایندوں کے جھوٹے، مبہم اور متضاد بیانات سن کر، قوم کے نمایندے 'مطمئن' ہوگئے۔

اب، جب کہ آغا خان بورڈ، امریکی امداد اور حکومت پاکستان کی سرپرستی میں امتحانی نظام پر مرحلہ وار انداز میں قبضہ کر رہا ہے، تو پھر لامحالہ یہی بورڈ اپنا نصاب خود بنائے گا، خود پڑھائے گا اور اس کے مطابق امتحان لے گا۔ اس کے نصاب یا مالی طریق کار اور پیمایشی نظام پر قوم کے نمایندوں کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ اس ضمن میں قوم کو دھوکا دینے کے لیے حقیقی حکمران اور ان کے دست راست افراد غیر منطقی بیانات دے رہے ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ یہ بورڈ ''قومی نصاب کے مطابق کام کرے گا'' (اور آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے مختلف جگہ پر آغا خان امتحانی بورڈ نے یہ لکھا بھی ہے) تاہم، قدم قدم پہ، یہ اعلان بھی کرتے جا رہے ہیں کہ ''ہم وہی کریں گے جو ہم چاہیں گے''--- مثال کے طور پر آغا خان بورڈ نے الحاق کے لیے جو شرائط نامہ جاری کیا ہے، اس کی شق ۳ء۳ کے مطابق کہا گیا ہے: ''اسکول لازماً اسی قومی نصاب کو اختیار کریں گے، جسے آغا خان یونی ورسٹی امتحانی بورڈ جاری کرے گا''۔ اس شق میں بظاہر لفظ ''قومی'' سے یہ دھوکا ہوتا ہے کہ یہ پاکستان کا طے شدہ قومی نصاب ہوگا، لیکن خود اس جملے کی ساخت بتاتی ہے کہ یہاں مراد وہ ''قومی'' ہے، جسے آغا خان بورڈ ''قومی'' قرار دے گا۔ اس معاملے کو ایک دوسری مثال سے پرکھتے ہیں۔ آغا خان بورڈ نے میٹرک کے لیے اسلامیات کے جس نصابی خاکے کو جاری کیا ہے، اس کے ابتدائیے میں وعدہ کیا ہے کہ ''پاکستان کے نصابی شعبے کی ہدایات کی روشنی میں

نصاب تیار کیا جائے گا‘‘۔لیکن اس کے صفحہ ۵ پر پہنچتے ہی اعلان کیا گیا ہے: ’’قومی مقاصد کے مطابق، اسلامیات کا نصاب وضع کرنے کے لیے، زیتونیہ یونی ورسٹی، تیونس سے رہنمائی لی جائے گی‘‘۔سوال یہ ہے کہ تمام اسلامی ممالک کو چھوڑ کر تیونس ہی کی مثال کیوں؟

اس لیے کہ وہاں کے آمر مطلق حبیب بورقیبہ نے ۹۸ فی صد آبادی کے مسلمان ملک میں جبری طور پر روزے پہ پابندی لگانے اور اسکارف وحجاب کو جبراً ممنوع قرار دینے کے علاوہ مسجدوں میں خطبہ ونماز پر اپنے من مانے احکام چلانے شروع کر دیے۔قوم کو عریانی اور یورپی اقوام کی تفریحی شکارگاہ بنانے کے لیے اقدامات کیے۔تفصیل کے لیے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کش مکش دیکھی جاسکتی ہے۔ بلکہ قرآن وسنت کے بتائے ہوئے اسلام کو چھوڑ کر خود جنرل مشرف کو تیونس کا لبرل اسلام پسند ہے تو اس کی ایک خاص وجہ ہے۔نماز، روزے سے نجات، شراب اور ڈانس پارٹیوں کی فراوانی کا کلچر، عریانی وآوارگی کا چلن--- یہ ہے تیونس کے ’’لبرل اسلام کی منزل ‘‘۔ ایسے ہی جابر اور آمر حکمرانوں کی رہنمائی میں تیار کردہ ’’اسلامیات‘‘ ہمارے آغا خان امتحانی بورڈ کو پسند ہے۔آغا خان بورڈ نے اسلامیات کے لیے میٹرک کا جو نصاب پیش کیا ہے، اس میں قرآن کے متن کو تلاش کرنے کے لیے خوردبین کی ضرورت ہوتی ہے۔لیکن اس کے باوجود کہا یہ گیا ہے کہ ’’پاکستان کے قومی نصاب کی روشنی میں نصاب تیار کیا جائے گا‘‘۔کیا ’’سب سے پہلے پاکستان‘‘ حکومت نے نصاب میں قرآن سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے تیونس کے اسلام بذریعہ آغا خان کا یہی طریقہ مناسب سمجھا ہے؟ --- یہی صورت حال تاریخ، مطالعہ پاکستان اور سماجیات وادب کے دیگر مضامین میں روا رکھی گئی ہے۔

امریکا و یورپ نے پہلے پہل یہ کہا کہ دینی مدارس سے دہشت گردی پیدا ہو رہی ہے، بعد میں یہ کہنا شروع کیا: ’’جدید تعلیم کے اداروں سے دہشت گرد پیدا ہو رہے ہیں‘‘۔ اس لیے مغرب کے بھتے (پے رول) پر کام کرنے والی این جی اوز نے گذشتہ چار برس سے اس پروپیگنڈے کا آغاز کیا کہ: ’’دوقومی نظریہ نفرت کی علامت ہے، محمد بن قاسم نے چوری چھپے حملہ کر کے وطن کے بیٹے راجہ داہر جیسے بے ضرر انسان کو خواہ مخواہ شکست دی۔ ہندستان پر قبضہ کرنے

والے انگریز ماضی کی داستان تھے اور آج کے انگریز دوسری چیز ہیں جو ہمارے دوست ہیں' اس لیے انگریزی سامراج کے خلاف حصے نصاب سے خارج ہونے چاہییں۔ میجر طفیل' راجہ عزیز بھٹی' راشد منہاس اور دیگر نشانِ حیدر رکھنے والے افراد کا تذکرہ بھی خارج از نصاب قرار دیا جائے' کیونکہ اس طرح بے جا طور پر ہندوؤں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ محمود غزنوی اور غوری حکمرانوں کا ذکر بھی ہندو کے خلاف نفرت پیدا کرتا ہے۔ نہرو اور کانگریس کے خلاف بھی مواد حذف کیا جائے۔ اصل اسلام صوفیوں نے پیش کیا۔ اسی طرح حضرت فاطمہؓ، حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ کے ذکر کے بجائے بلقیس ایدھی اور عاصمہ جہانگیر وغیرہ کو رول ماڈل (خاکم بدہن) کے طور پر پیش کرنے کے لیے پیش رفت کی جائے (بلکہ ایسا کر بھی دیا)۔ صحابہ کرامؓ بڑے ''لبرل'' تھے۔ رسول اکرمؐ نے مسلمانوں اور یہودیوں پر مشتمل ایک تاریخی معاہدہ کیا تھا' جس سے مسلم اور یہودی اسلامی ریاست کے شہری بن گئے''--- ان چیزوں کو روبہ عمل لانے کے لیے ایک حد تک سرکاری ٹیکسٹ بک بورڈوں کو استعمال کیا گیا اور آیندہ یہ کام زیادہ یکسوئی کے ساتھ کرنے کے لیے آغا خان بورڈ کے ذمے لگایا گیا ہے۔

اس مسئلے پر اسی قبیل کے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے ترجمان جہد حق (اگست ۲۰۰۴) نے تو یہ لکھا ہے: ''اب وقت آن پہنچا ہے کہ جنوبی ایشیا کے لیے ایک مشترکہ کتاب کے طور پر برصغیر کی تاریخ مرتب کی جائے --- بچوں کو بجائے اس کے کہ کسی واحد سرکار کی طرف سے منظور کردہ آلایشوں سے پاک سچائی سے روشناس کرایا جائے' انھیں ہر قسم کے نظریات سے واقفیت کرائی جائے۔ ''نظریہ پاکستان'' جس سے یہ [پاکستان] چمٹا ہوا ہے وہ بھارت کے لیے حکمران فوجی اور دائیں بازو سے تعلق رکھنے والے مذہبی گروہوں کی نفرت سے کسی حد تک علیحدہ چیز ہونا چاہیے۔ صوبائی ٹیکسٹ بک بورڈ' جن کی اجارہ داری ہے نظریاتی چوکیداروں کے فرایض سرانجام دیتے ہیں اور تابع دار مصنفین کی سرپرستی کرتے ہیں''۔ (ص ۸)

اس سال کے آغاز میں' حکومت نے ان تمام وعدوں کو پس پشت ڈال کر' کہ آغا خان بورڈ تو بنیادی طور پر نجی تعلیمی اداروں کے لیے ہے' سب سے پہلا وار وفاق کے زیرانتظام تعلیمی

اداروں پر کیا۔ جنوری ۲۰۰۴ء میں اس حوالے سے سرگرمی سے کام شروع کیا گیا، جس پر اسلام آباد کے شہریوں کی بے چینی کو زبان دیتے ہوئے روزنامہ دی نیشن نے اپنی رپورٹ (۹ فروری ۲۰۰۴ء) میں بتایا: حکومت نے وفاقی تعلیمی بورڈ (ایف بی آئی ایس ای) کو آغا خان بورڈ سے منسلک کرنے کا منصوبہ بنا لیا ہے۔ اس مقصد کے لیے وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال اور فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن کے ڈائرکٹر جنرل بریگیڈیر (ر) مقصودالحسن نے سرگرمی سے دباؤ بڑھانا شروع کیا ہے۔ لیکن والدین اور اساتذہ کی انجمن نے اس امر کی مخالفت کی، اور ۲۰ جنوری کو ہونے والے اجلاس میں مزاحمت کرنے کا فیصلہ کیا۔ دوسری جانب معلوم ہوا کہ اس منصوبے پر دو طریقے سے عمل کیا جائے گا۔ پہلے والدین کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ ایک ہی تعلیمی ادارے میں اپنے بچے کو آغا خان بورڈ کے تحت امتحان دلانا چاہتے ہیں یا نہیں، جب کہ دوسرے مرحلے میں اس ادارے کے سب بچوں پر لازم کر دیا جائے گا کہ وہ آغا خان بورڈ ہی کو منتخب کریں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نہم دہم کا امتحان ایک ہی مرتبہ لیا جائے۔ کسی سرکاری تعلیمی ادارے کو کسی پرائیویٹ ادارے کے زیرانتظام منسلک کرنا مکمل طور پر غیر قانونی فعل ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ آغا خان بورڈ کے فارغ التحصیل طلبہ کو بیرون پاکستان آسانی سے داخلہ مل جائے گا، لیکن سوال یہ ہے کہ کتنے طلبہ بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں اور اس معمولی تعداد کے لیے کیا پورے پاکستان کے بچوں کو اس مہلک سسٹم میں دھکیل دینا کوئی عقل مندی کی بات ہوگی''۔

تاحال وفاقی تعلیمی بورڈ پر گرفت مضبوط بنانے کے لیے آغا خان بورڈ سرگرداں ہے، جب کہ وفاقی بورڈ میں قومی درد رکھنے والے چند افسر مزاحمت کر رہے ہیں۔ دوسری جانب پنجاب کے بورڈوں کے چیئرمینوں نے بھی سردست آغا خان کے سامنے ہتھیار نہ پھینکنے کا فیصلہ کیا ہے، لیکن یہ مزاحمت یا ضد علامتی ہے۔ اکثر چیئرمین سفارش یا ذاتی جوڑ توڑ سے اس منصب تک پہنچتے ہیں۔ جو چند ملّی درد رکھنے والے افراد ہیں، ان کی مزاحمت اس وقت تک باثمر نہیں ہوسکتی جب تک کہ قومی سطح پر اہل دانش اور عوامی حلقے انھیں اخلاقی امداد بہم نہ پہنچائیں۔ ایک طرف امریکی استعمار کھلے عام، امریکی سفیرہ کی قیادت اور جنرل مشرف و زبیدہ جلال صاحبہ کی سیادت میں تعلیمی ڈھانچے اور نظام پر قبضہ کرنے کے لیے کھلے عام پیش رفت کر رہا ہے، دوسری جانب

ریٹائرمنٹ کے قریب تھکے ہارے چند بے نوا پروفیسر حضرات اپنے اپنے بورڈوں کو کب تک بچائیں گے۔ پھر جس طرح کا ہمارے ہاں نظام ہے کہ ایسے مباحث میں کئی مفاد پرست ناصحین مشورہ دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں کہ ''قبول کر لیا جائے''۔ دوسرا یہ کہ آغا خان بورڈ کے کارندوں نے مختلف انجمنوں اور تعلیمی اداروں کی انتظامیہ سے رابطوں میں تیزی پیدا کی ہے۔ اس حوالے سے وہ مذہبی پس منظر کے چند اداروں اور دینی شکل وصورت رکھنے والے چند بندگانِ زر کو بھی شیشے میں اتار رہے ہیں، بلکہ اس نوعیت کے کچھ لوگوں سے رابطوں کو انھوں نے کمپنی کی مشہوری اور مذہبی طبقے کی جانب سے سندِ قبولیت کے طور پر پیش کرنا بھی شروع کر دیا ہے۔

آغا خان امتحانی بورڈ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر تھامس کریسٹی جو برطانوی نژاد انگریز اور مانچسٹر یونی ورسٹی کے سابق ڈین ہیں، شب و روز کی جدوجہد سے اپنے وابستگان میں اضافے کے لیے کوشاں ہیں۔ ان کے ہمراہ شمس قاسم لاکھا ہیں، جن کے ہاتھوں یونی ورسٹی کے نظام کار کا حلیہ بگاڑنے اور تعلیم کو تجارت وزر پرستی کا دوسرا نام دینے کا المیہ رونما کرانے کے بعد، اب ثانوی اور اعلیٰ ثانوی تعلیم کی بساط بھی لپیٹی جارہی ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے یونیورسٹی سطح کی تعلیم کے دروازے تو اب نچلے اور متوسط طبقے کے بچے کے لیے بند ہو چکے ہیں۔ سیلف فنانس، سیلف سپورٹ اور لوٹ مار کے بے شمار نجی تعلیمی اداروں نے ناداروں کو زندگی بہتر بنانے کی دوڑ سے باہر نکال دیا ہے۔ مختلف ناموں کی یونی ورسٹیاں ہر شہر میں کھل رہی ہیں، جو اپنی جگہ قانون کی نہایت سنگین خلاف ورزی ہے۔ لیکن ہمارا ریاستی نظام ان جعلی اداروں کی حوصلہ شکنی کرنے کے بجائے، انھیں مختلف اقدامات کے ذریعے پروان چڑھانے میں مددگار بن رہا ہے۔

آغا خان اقلیت کی حکمت عملی قادیانیوں اور یہودیوں سے ملتی جلتی ہے۔ وہ یہ کہ قوت کے سرچشموں کو اپنے اثر ونفوذ میں لیا جائے، بظاہر امن پسندی کا ڈھونگ رچایا جائے اور اصل میں ہڈیوں میں اتر جانے والا ظلم ڈھایا جائے۔ اس مقصد کے لیے ان کے ہاں مادی وسائل پر قبضہ اور پس پردہ سازش دو بنیادی اصول ہیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ آغا خان بورڈ میں فی طالب علم کی محض رجسٹریشن فیس کا سرکاری بورڈوں کے مقابلے میں تناسب تقریباً چار ہزار بمقابلہ تین سو ہے، اور امتحانی فیس کا تناسب بھی یہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عام آدمی کے لیے اپنے

بچے کو پڑھانا ممکن نہ ہوگا۔ اسی طرح جنرل مشرف کے ڈی ریگولیشن کے محبوب تصور کے تحت درسی کتب بے پناہ مہنگی ہو جائیں گی۔ ممکن ہے اس مہنگائی کا کوئی عارضی علاج امریکا اور اس کے حلیف سوچ لیں (جس کے تحت وقتی طور پر آغا خانی تعلیم کو کچھ سستا بھی کر دیں) لیکن اصل چیلنج ہمارے نزدیک اس تعلیم کا مہنگا ہونا نہیں ہے، بلکہ دیسی، بدیسی اور دشمن قوتوں کے ہاتھوں نئی نسل کے ذہن، فکر، تربیت اور مستقبل کو غلام بنانے کے راستے پر چلنا ہے۔

یورپی اقوام نے نظام تعلیم کو محکوم قوموں کے خلاف ایک جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا، جس کی ایک مثال لارڈ میکالے کا فرمان ہے، دوسرا اعلان نپولین کا ہے کہ مسلمان ملکوں میں ''مقامی لوگوں کو مقامی لوگوں سے مرواؤ'' (یعنی natives to kill natives)۔ گذشتہ تین برسوں کے دوران امریکا نے مسلم دنیا کے بارے میں جتنی رپورٹیں جاری کی ہیں، ان میں مسلمان ملکوں کے نظام تعلیم کو بنیادی ہدف بنانے کی سفارش کی گئی ہے۔ عراق پر قبضہ کرنے سے ایک سال پیش تر جون ۲۰۰۲ء میں عراقیوں کے لیے امریکا نے درسی کتب تیار کر لی تھیں اور ۱۰، اپریل ۲۰۰۳ء کو بغداد پر کنٹرول حاصل کرنے کے آدھے گھنٹے بعد امریکا نے عراق کے لیے جاری کی جانے والی سب سے پہلی امداد عراقی نظام تعلیم سے منسوب کی تھی۔

ہم دیکھ سکتے ہیں کہ انگریز اور یورپی استعمار نے ہر مسلمان ملک میں سیکولر اور مذہبی نظام تعلیم کو رواج دے کر خود مسلمانوں کو دو مسلسل متحارب اور اجنبی گروہوں میں بانٹ کر رکھ دیا۔ ایک گروہ پر ملازمت، عزت اور احترام کے دروازے بند ہیں، چاہے وہ جس قدر بھی دیانت دار اور اسلامی تعلیمات سے قریب تر ہو۔ دوسرے گروہ کے لیے دولت، ثروت، عزت اور قوت کے تمام دھارے کھول کر رکھ دیے ہیں، چاہے وہ گروہ مجموعی طور پر، خود اپنی قوم کے لیے نفرت، حقارت اور بے رحمی کی چلتی پھرتی علامت ہی کیوں نہ ہو۔

اب آغا خان بورڈ اور بیکن ہاؤس قسم کی برگر پود تیار کر کے خود جدید تعلیم کے فاضلین میں بھی ایک نہایت گہری تقسیم پیدا کی جا رہی ہے۔ اس ظلم کو متعارف کرانے کا کام ''فوجی یونٹی آف کمانڈ'' کے سنہری اصول کے تحت کیا جا رہا ہے۔ معاشی وسائل پر دسترس دینے کے لیے ایک جانب امریکا کی طرف سے کھلی مالی امداد ہے، جب کہ خفیہ طور پر دیے جانے والے فنڈز ہماری

معلومات سے کہیں زیادہ ہیں۔ گذشتہ دنوں حبیب بنک جیسے قومی ادارے کو ''آغا خان فنڈ براے ترقی'' کے سپرد کرتے وقت یہ شفافیت اپنائی گئی کہ اخباری اطلاعات کے مطابق ۷۰ ارب روپے کے اثاثوں والا بنک صرف ۲۲ ارب میں فروخت کر دیا۔ اس ضمن میں آئی ایم ایف اور عالمی بنک کے دباؤ کا اعتراف خود وکلا حضرات نے سپریم کورٹ کے سامنے کیا۔ وفاقی تعلیمی بورڈ کو سب سے پہلے آغا خان کے حوالے کرنے کا جو ڈول ڈالا گیا ہے، تو یاد رہنا چاہیے کہ اس بورڈ کی صرف اسلام آباد اور بیرون پاکستان میں اربوں روپے کی جایداد ہے، جب کہ پاکستان کے ۲۳ تعلیمی بورڈوں کو، جنھیں رفتہ رفتہ آغا خان فاؤنڈیشن جیسے مگرمچھ کے منہ میں دھکیلا جا رہا ہے، ان کے اثاثہ جات کئی ارب سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ اور پھر قوم کے ہر بچے کی جانب سے سالانہ تاوان دینے کی مجبوری الگ۔ یہ تمام چیزیں لمحۂ فکریہ ہیں۔

آغا خان بورڈ حالات کو کس رخ پر لے جائے گا، یا اپنے تصورِ جہاں (ورلڈ ویو) کے مطابق اس کے کرتا دھرتا کن دائروں میں زندگی گزارنے کی پہچان رکھتے ہیں، اسے دیکھنے کے لیے آغا خان ایجوکیشن کے دو سوال ناموں پر نظر ڈالنا مفید رہے گا۔ آغا خان ایجوکیشن سروس پاکستان نے کلاس نہم سے گیارھویں جماعت تک کے طلبہ و طالبات کے ''بالغانہ صحت کے سروے'' کے لیے ایک سوالنامہ مرتب کیا ہے۔ اس سروے کو ''دی گلوب فنڈ'' اور حکومت پاکستان کے ایک شعبے کا بھی تعاون حاصل ہے۔ ان میں بچوں سے سوال پوچھا گیا ہے:

— آپ کے خیال میں پاکستان میں ایڈز کا سب سے خطرناک ذریعہ کون ہے؟
(۱) غیرمحفوظ جنسی تعلقات (کمرشل جنسی ورکر، ایک سے زیادہ جنسی تعلقات)
(۲) مرد سے مرد کا جنسی تعلق، وغیرہ (ص ۹)

— آپ خود کو کس طرح ایڈز سے متاثر ہونے سے بچا سکتے ہیں؟
(۱) محدود جنسی تعلقات رکھنے سے (۲) کمرشل جنسی ورکر سے گریز (۳) حکیمی جڑی بوٹیوں اور دواؤں کے استعمال سے، وغیرہ (ص ۱۰)

— مندرجہ ذیل جملوں میں سے سب سے زیادہ اہمیت کون سے جملے رکھتے ہیں؟
(۱) اپنی مرضی سے زندگی گزارنا (۲) اپنا ہم سفر خود چننا (۳) شادی اور بچے، وغیرہ (ص۲۲)

— ان میں سے کون سی چیزیں آپ نے پچھلے چھے مہینوں میں کی ہیں؟
(۱) والدین سے جھوٹ بولا (۲) مزے کے لیے اسکول سے فرار ہوئے (۳) دکان سے چرا کر بھاگے (۴) گھر سے بھاگے (ر) دوستوں کے بہکاوے میں اگر غلط کام کیا (۵) شراب پی ہے، وغیرہ (ص۲۲، ۲۳)

— کیا آپ دوستوں سے گرل فرینڈ/ بوائے فرینڈ رکھنے کی خواہش کا اظہار کر سکتے ہیں؟
(۱) جی ہاں (۲) بالکل نہیں (۳) میں کر سکتا ہوں وغیرہ (ص۲۳)

— کیا آپ نے کبھی جنسی تعلقات استوار رکھے ہیں؟
(۱) ہاں (۲) نہیں (ص۲۳)

— اگر ہاں تو پہلی بار جنسی تعلقات استوار کرتے وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟
(۱) ۱۳سال سے کم عمر میں (۲) ۱۳سال کی عمر میں (۳) ۱۴سال کی عمر میں (۴) ۱۵سال کی عمر میں (۵) ۱۶سال کی عمر میں (۶) ۱۷سال یا اس سے زیادہ عمر میں، وغیرہ (ص۲۳)

— جو آپ درست سمجھتے ہیں ان پر صحیح کا نشان لگائیں؟
(۱) میں اپنے جنسی اقدار اور عقیدوں کی وجہ سے پریشان ہوں (۲) میں نے کبھی بھی کسی سے جنسی تعلقات نہیں رکھے (۳) میرے گرل/ بوائے فرینڈ کے ساتھ جنسی تعلقات ہیں (۴) میں اپنے جنسی رویے پر شرمندگی محسوس کرتا ہوں (۵) میرے جنسی تعلقات کی وجہ سے میرے دوست حسد کرتے ہیں (ص۲۴)

— آپ کتنی مرتبہ نشہ کرتے ہیں؟
(۱) روزانہ (۲) ہفتے میں ایک بار (۳) مہینے میں ایک بار، وغیرہ (ص۲۶)

— کیا آپ شراب پیتے ہیں؟

(۱) ہاں میں پیتا/ پیتی ہوں (۲) نہیں، میں نہیں پیتا/ پیتی ہوں (۳) کبھی کبھار پیتا/ پیتی ہوں (ص ۲۷)

— آپ نے شراب پینا کیوں شروع کی؟

(۱) میرے تمام دوست شراب پیتے ہیں (۲) میں دوستوں کے سامنے اچھا نظر آنا چاہتا ہوں/ چاہتی ہوں (۳) میں اکثر شراب کے بارے میں سنتا تھا اور پی کر دیکھنا چاہتا تھا/ چاہتی تھی (۴) میں بہت پریشان رہتا تھا/ رہتی تھی (ص ۲۷)

— ہمارے معاشرے میں اخلاقی اقدار اور اصولوں کو بہت اہمیت حاصل ہے، آپ کے خیال میں کیا ایک لڑکی کا شادی سے پہلے جنسی تعلقات رکھنا جائز ہے؟

(۱) اخلاقی طور پر غلط ہے (۲) بالکل غلط نہیں (۳) میں نہیں جانتا (ص ۲۸)

— آپ جن جوابات کو درست سمجھتے ہیں ان پر نشان لگایئے؟

(۱) میرے دوست جی بھر کے تمام قسم کے جنسی تعلقات میں حصہ لیتے ہیں (۲) میں وہ کرنا چاہتا ہوں جو میرے دوست کرتے ہیں (۳) دو محبت کرنے والوں کے لیے شادی سے پہلے جنسی تعلق ٹھیک ہے۔

— کیا آپ گاڑی لے کر گئے؟

(۱) دوست کے گھر (۲) گھر کے آس پاس (۳) اپنے بوائے/ گرل فرینڈ کے گھر تک، وغیرہ (ص ۲۹)

اسی نوعیت کا سوال نامہ میٹرک، انٹر کے اساتذہ کے لیے بھی ہے۔

اوپر درج شدہ چند سوالات اور ان کے مجوزہ جوابات دیکھیے۔ اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ حکومت کی آشیرباد سے فاؤنڈیشن اول روز سے ہی حلال وحرام کے مذہبی ضابطوں اور جملہ اخلاقی اقدار کو تہس نہس کر کے پاکستان کے مسلم معاشرے کو یورپ و امریکا کے طرز کی اباحیت میں ڈوبی ہوئی مادر پدر آزاد سوسائٹی میں تبدیل کرنے کا عزم رکھتی ہے۔ کسی کلاس روم میں طلبہ و طالبات کے ان فارموں کو پُر کرنے کا تصور کیجیے، جس سے آپ کو وہ ماحول سمجھ میں آجائے گا، جس میں باقاعدہ بھڑکا کر لانا مطلوب ہے۔ اس سوالنامے کے نفسیاتی اور سماجی پہلو پر

گفتگو کرنے سے خود حیا آتی ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ یہ سوال نامہ 'لبرل ماڈریٹ' مستقبل کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس بحث کے آخر میں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ ظلم پر مبنی اس آرڈی ننس اور حقارت و زیادتی پر مبنی اس نظام کو مسلط کرنے کے لیے مختلف استعماری این جی اوز اور حکومت کے بارسوخ افراد نے بڑے تسلسل سے کام کیا ہے۔ حکومت کے ''اصل لوگ'' سرخوشی کے عالم میں کچھ اچھے اور زیادہ تر برے فیصلے کرتے جا رہے ہیں۔ بلاشبہ آغا خان امتحانی بورڈ کا آرڈی ننس بھی سترھویں ترمیم کے پردے میں قوم پر مسلط کیا جانے والا ظلم ہے۔ سترھویں ترمیم کو تسلیم کرنے والوں پر یہ بہت بڑا قرض ہے کہ وہ اپنی نئی نسلوں کو اس طوق غلامی سے نجات دلانے کے لیے' اس پر پارلیمنٹ میں بحث کریں اور مسترد کریں۔ لیکن اس سے پہلے یہ ضروری ہے کہ خود منتخب نمایندوں کو ہنگامی بنیادوں پر اس مسئلے کی نزاکت سے آگاہ کیا جائے۔ سترھویں ترمیم کی منظوری کے وقت یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ گذشتہ عہد مشرف میں جو آرڈی ننس یا فیصلے ہو چکے ہیں' انھیں مشترکہ پارلیمانی کمیٹی میں زیر بحث لا کر' قبول کرنے یا مسترد کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس مشترکہ کمیٹی کا قیام التوا میں چلا آ رہا ہے۔ حالات کی سنگینی کا تقاضا ہے کہ طے شدہ طریقے کے مطابق خصوصاً اس آرڈی ننس کا جائزہ لیا جائے اور اسے مسترد کیا جائے۔

اس الم ناک صورت حال پر اہلِ دانش اور اساتذہ کرام کا یہ دینی اور قومی فریضہ ہے کہ وہ قومی و صوبائی اسمبلی اور سینیٹ کے ایک ایک رکن کو یہ بات سمجھائیں۔ یہ مسئلہ متحدہ مجلس عمل' مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کا نہیں ہے' بلکہ سبھی کے لیے مشترکہ درد اور کرب کا مسئلہ ہے۔ کیا اہلِ دانش اور اہلِ سیاست کسی جابر کی حکمت عملی کو تسلیم کر کے صدیوں تک اپنی نسلوں کو غلامی کے غار میں دھکیلنے کے لیے تیار ہیں یا حکمت و دانش سے بیداری و یک جہتی کی شاہراہ پر چلتے ہوئے ان زنجیروں کو توڑنے کے لیے آمادہ؟